27

کامیابی کی جڑ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی عزت دنیا میں قائم کی جائے

(فرمودہ 2/ اگست 1946ء بمقام ڈلہوزی)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"ہر ایک چیز میں انسان کے لئے سبق ہوتا ہے بشرطیکہ وہ اُس سے سبق حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ ورنہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو باوجود سمجھانے کے نہیں سمجھتے اور باوجود اس کے کہ ان کے لئے سبق حاصل کرنے کے تمام اسباب جمع ہوتے ہیں وہ سبق حاصل نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی مثال لکڑی کے کھمبوں کی طرح ہے جن پر سخت ہوائیں چلتی ہیں، سردیاں آتی ہیں۔ انسان سردی سے کانپتے ہیں، آگیں تاپتے ہیں، گھروں میں بیٹھ جاتے ہیں لیکن وہ کھمبا برف میں، گرمی میں، سردی میں، بارش میں، اپنی جگہ سے نہیں ہلتا اور ان چیزوں کو محسوس نہیں کرتا۔ ابھی پچھلے دنوں سٹرائکیں ہوئی ہیں۔ ریل والوں کی سٹرائک ہوئی اور ڈاک خانے والوں کی سٹرائک ہوئی۔ یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جو پہلے زمانہ میں موجود نہیں تھیں۔ آج سے تین سو سال قبل ریل اور ڈاک کا انتظام موجود نہ تھا اور ہمارے آباؤ اجداد ان کے بغیر گزارہ کرتے تھے اور ہمارے آباؤ اجداد سے پہلے لوگوں کو بھی یہ چیزیں حاصل نہ تھیں۔ لیکن باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں، تورات اور انجیل میں بعض قوموں کو عیّاش اور آرام طلب کہا ہے اور ان کے حالات پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے لیکن یہ چیزیں جو آج

ہر کس و ناکس کو حاصل ہیں جو پہلے لوگوں کے خواب و خیال میں بھی نہ تھیں اور ان چیزوں کے استعمال کا عادی ہو جانے کی وجہ سے ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا کہ پہلے لوگوں کا گزارہ کس طرح ہوتا ہو گا۔ آج ہر انسان ان چیزوں کے متعلق یہ خیال کرتا ہے کہ یہ میرا پیدائشی حق ہے اور میرا اِس کے بغیر گزارہ نہیں چل سکتا۔ یہ چیز بتاتی ہے کہ کس طرح انسان نئے نئے خیالات کی وجہ سے نئی نئی چیزوں کا عادی ہو جاتا ہے اور اس میں یہ حِسّ پیدا ہو جاتی ہے کہ ان چیزوں کے بغیر اس کا گزارہ نہیں اور یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی کہ پہلے لوگوں کا گزارہ ان کے بغیر کس طرح ہوتا تھا۔ مگر کتنے لوگ ہیں جو اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے خاص فضل ہیں اور ان کے عوض ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ہمارے لئے یہ سامان پیدا کئے۔ اور جب وہ بند ہو جاتی ہیں تو کتنی تکلیف کا سامنا ہوتا ہے۔ جب ریلیں بند ہوئی تھیں تو ملک میں ایک شور برپا ہو گیا تھا اور اب ڈاک بند ہوئی ہے تو بھی ملک میں ایک شور برپا ہو گیا ہے۔ ڈاک تمام جگہوں میں بند نہیں ہوئی لیکن چونکہ بڑے بڑے شہروں میں ڈاک بند ہے اور بیرونجات کی ڈاک بھی بندرگاہوں میں آکر اُترتی ہے اور وہاں سٹرائک ہے اس لئے بیرونی دنیا سے ایک لحاظ سے تعلق منقطع ہو گیا ہے اور اس سے تجارت اور صنعت و حرفت کو بہت نقصان ہو رہا ہے۔ پس ڈاک کے رُکنے سے لوگوں کو بہت تکلیف محسوس ہوئی ہے کیونکہ کئی دفعہ ایسے حالات ہوتے ہیں جن میں ایک دوسرے کی اطلاع کا حاصل کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ بعض مائیں ایسی ہوں گی جو اپنے بچوں کی اطلاع کے لئے تڑپ رہی ہوں گی۔ ان کا بچہ کسی جگہ بیمار ہو گا اور وہ اس کی خیریت کی خبر حاصل کرنے کے لئے بے تاب ہوں گی۔ بعض مائیں ایسی ہوں گی کہ ان کے بچے مر چکے ہوں گے لیکن اطلاع نہ ملنے کی وجہ سے ان کو زندہ سمجھتی ہوں گی اور سجدوں میں رو رو کر خدا سے ان کی صحت کے لئے دعا کرتی ہوں گی حالانکہ ان کے بچے دفن ہو چکے ہوں گے اور ان کا صحت پانے کا زمانہ گزر چکا ہو گا اور خدا کا قانون ان پر نافذ ہو چکا ہو گا۔ لیکن وہ اپنے بچوں کے لئے صحت کی دعائیں کر رہی ہوں گی۔ یہ حالات کتنے تکلیف دہ ہیں۔ اگر بنی نوع اِس تکلیف سے سبق حاصل کرنے کی کوشش کریں تو وہ اس سے سبق حاصل کر سکتے ہیں کہ ایک چیز جس کے بغیر ہمارے

آباؤ اجداد نے گزارہ کیا اس کے نہ ہونے کی وجہ سے ہم کس قدر پریشان ہوئے ہیں۔ لیکن بعض ایسی چیزیں ہیں جن کا کسی وقت بھی بنی نوع سے جدا ہونا تصور نہیں کیا گیا اور کوئی وقت ایسا نہیں آیا کہ انسان تھا اور وہ چیز نہ تھی اور وہ انسان کی عزت ہے۔ کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کوئی زمانہ ایسا بھی تھا جس وقت افراد کی عزت نہ تھی یا قوم کی عزت نہ تھی۔ ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ایک وقت ایسا تھا کہ جب ریل نہ تھی، ایک زمانہ ایسا تھا کہ جب ڈاک کا انتظام نہ تھا لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کوئی وقت ایسا بھی تھا کہ جب قومی وقار نہ تھا اور کوئی وقت ایسا بھی تھا جب افراد کی نظروں میں ان کی عزت بے حقیقت تھی۔ جب سے آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اُسی وقت سے یہ جذبہ انسان کے دل میں موجزن ہے کہ وہ اعزاز کے مقام کو حاصل کرے اور عزتِ نفس کا یہ جذبہ جس طرح افراد میں موجزن ہے اسی طرح اقوام میں بھی موجزن ہے۔ لیکن جب کسی چیز کا احساس مٹ جائے تو وہی چیز ہاتھ سے نکل جانے پر انسان کو تکلیف نہیں ہوتی اور وہ اس کے حاصل کرنے کے لئے کوشش بھی نہیں کرتا۔ مسلمانوں کو جتنا صدمہ ریل یا آجکل ڈاک کے بند ہونے سے ہوا ہے کیا اس کا ہزارواں حصہ بھی ان کو اسلام کی شوکت کے ضائع ہونے پر ہوا ہے؟ کتنے لوگ ہیں جن کو اسلام کی کسمپرسی کی حالت دیکھ کر اتنا صدمہ ہوا ہو جتنا انہیں ڈاک کے بند ہونے سے ہوا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ریل اور ڈاک کے بند ہونے کی تکلیف اسلام کی شوکت کے ضائع ہونے کی تکلیف کے مقابل پر اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتی جتنی کروڑ روپیہ کے مقابل میں ایک دھیلا کی۔ اگر ایک دھیلا کے برابر بھی مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کے لئے درد ہوتا تو بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کو اسلام سے کچھ لگاؤ ہے۔ لیکن ہمیں تو یہ حالت بھی نظر نہیں آتی۔

مَیں جب کبھی نقشہ پر نگاہ ڈالتا ہوں یا خیالی طور پر اپنے سامنے نقشہ رکھتا ہوں تو میرا دل تڑپ اٹھتا ہے کہ مسلمان کیا تھے اور کیا ہو گئے ہیں۔ کُجا وہ حالت کہ امریکہ اور چین اور دنیا کے دوسرے تمام ممالک تک مسلمان پہنچے اور ان علاقوں میں اسلام کا جھنڈا بلند کیا اور دنیا پر یہ بات ثابت کر دی کہ اسلام کا مقابلہ ناممکن ہے۔ امریکہ میں بھی بعض مساجد پائی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بعض مسلمان کشتیوں کے ذریعہ امریکہ پہنچے۔

وہاں انہوں نے مساجد بنائیں مگر چونکہ جہاز رانی کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا اس لئے وہ واپس نہ آسکے اور وہیں رہ گئے اور آخر امتدادِ زمانہ سے مٹ گئے۔ ان لوگوں کی ہمت کا خیال کر کے انسان دنگ رہ جاتا ہے کہ کشتیوں میں ہی بیٹھ کر امریکہ پہنچ گئے اور خطرات کی ذرا بھی پروا نہ کی۔ پس ہمیں دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہیں ملتا جہاں مسلمان نہ پہنچے ہوں۔ پھر دنیا کا اکثر حصہ ان کے زیر نگیں تھا سوائے حبشہ کے۔ اس کی طرف مسلمانوں نے آنکھ تک اٹھا کر نہیں دیکھا کیونکہ شاہِ حبشہ کا مسلمانوں پر ایک احسان تھا۔ اس سے مسلمانوں کی شرافت کا پتہ چلتا ہے کہ دنیا کے تمام ممالک کو سر کر لیا لیکن اپنے پاس اور اپنے پہلو میں حکومتِ حبشہ کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ مکہ میں جب کفار مکہ کی طرف سے مسلمانوں پر شدید مظالم کئے جانے لگے اور مسلمانوں کا مکہ میں رہنا محال ہو گیا۔ مسلمانوں پر کفار کے مظالم کو دیکھ کر رسول کریم ﷺ کو بہت تکلیف ہوتی۔ ایک روز آپؐ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ اب مکہ کی تکلیف دہ صورت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ بہتر ہے کہ تم لوگ یہاں سے ہجرت کر جاؤ صحابہؓ نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللهِ! کیا آپ بھی ہمارے ساتھ ہجرت کریں گے؟ آپ نے فرمایا تم لوگ ہجرت کر جاؤ مَیں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کر رہا ہوں۔ جب مجھے ہجرت کا حکم ہو جائے گا تو مَیں بھی ہجرت کر لوں گا لیکن تمہارے لئے اجازت ہے تم لوگ ہجرت کر جاؤ۔ انہوں نے پوچھا یَا رَسُوْلَ اللهِ! کونسا ملک ہے جہاں ہم ہجرت کر کے چلے جائیں؟ آپ نے حبشہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس طرف سمندر کے پار ایک ملک ہے جس کی حکومت انصاف پسند اور عادل ہے اور جہاں مذہب میں دخل اندازی نہیں کی جاتی۔1 چنانچہ صحابہؓ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے اور حبشہ میں آرام کے دن بسر کرتے رہے۔ یہ وہ احسان ہے جس نے مسلمانوں کو حبشہ کے فتح کرنے سے باز رکھا۔ مسلمان طوفانوں کی طرح اُٹھے اور آندھیوں کی طرح بڑھے اور مُوسلا دھار بارش کی طرح انہوں نے زمین کا چپہ چپہ ڈھانپ دیا۔ لیکن حبشہ کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ احسان مند قوم کس قدر چھوٹی سے چھوٹی بات کا بھی لحاظ کرتی ہے۔ اور کیوں نہ کرتی جبکہ رسول کریم ﷺ نے صحابہؓ کو یہاں تک وصیت کی کہ مَیں تم کو مصر پر چڑھائی کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ لیکن اِس بات کا خیال رکھنا کہ مصر کے لوگوں کو تکلیف میں نہ ڈالنا

اور ان پر سختی نہ کرنا کیونکہ تمہاری دادی ہاجرہؓ مصر کی تھیں2 جن لوگوں نے اپنے سے پہلے دو ہزار یا تین ہزار سال کی رشتہ داری کا خیال رکھا کہ ہماری ایک دادی مصر سے آئی تھی۔ وہ اس تازہ احسان کو کیونکر بھول سکتے تھے۔ غرض مسلمان کسی وقت حبشہ کے سوا ساری دنیا کے حاکم تھے۔ دنیا کے کچھ حصے براہِ راست ان کے ماتحت تھے اور بعض حصے بالواسطہ ماتحت تھے اور ان میں مسلمانوں کا اثر و نفوذ پورے طور پر قائم تھا۔ کُجا وہ حالت اور کُجا یہ حالت کہ آج مسلمانوں کے لئے کوئی جگہ نہیں جہاں وہ آزادی کا سانس لے سکیں۔ یہ بات جاہلوں اور بے وقوفوں کو تو تسلی دے سکتی ہے کہ ٹرکی بڑی زبردست اور آزاد حکومت ہے اور افغانستان اور ایران بڑی زبردست آزاد طاقتیں ہیں لیکن عقلمند لوگ اس کی حقیقت سے خوب آگاہ ہیں کہ یہ حکومتیں کس قدر طاقتور ہیں اور کتنی آزادی ان کو حاصل ہے۔ ہم بچپن میں عورتوں سے قصے کہانیاں سنا کرتے تھے کہ ٹرکی کا بادشاہ بہت طاقتور ہے اور جب وہ نکلتا ہے تو دو سَو فرنگی بادشاہ اس کے گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے ہوتا ہے لیکن بڑے ہوئے تو یہ نظر آیا کہ ہر فرنگی بادشاہ کی باگ پکڑنے پر ترک بادشاہ مجبور تھا لیکن ان حالات کے باوجود مسلمانوں کے دلوں میں درد نہیں اُٹھتا۔ اسلام اس وقت سخت مصیبت میں ہے۔ اس کے دشمن اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور مسلمان ہیں کہ غفلت کی گہری نیند سو رہے ہیں۔ کسی کے دل میں اسلام کے لئے غیرت جوش نہیں مارتی۔ اسلام کی تعلیم سے ہنسی اور تمسخر کیا جاتا ہے لیکن مسلمانوں کے دلوں میں کوئی ٹیس نہیں اُٹھتی اور ان کی غیرت ان حملوں کے جواب دینے پر آمادہ نہیں ہوتی۔

ابن تیمیہ کے زمانہ میں گو مسلمان تنزل کی طرف جارہے تھے لیکن ان میں غیرت باقی تھی اور وہ اسلام کے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہ کرتے تھے۔ اس زمانہ کا ذکر ہے کہ ایک مولوی صاحب کو بطور وفد عیسائی بادشاہ کے پاس بھجوایا گیا۔ عیسائی پادریوں نے سوچا کہ مولوی صاحب سے کوئی ایسا مذاق کیا جائے جس سے اسلام کی تحقیر ہو۔ انہوں نے بادشاہ کو حضرت عائشہؓ کے قافلہ سے پیچھے رہ جانے کا واقعہ سنا کر کہا کہ آپ مولوی صاحب سے پوچھیں کہ وہ کیا واقعہ ہوُا تھا؟ مولوی صاحب اس کا جواب نہیں دے سکیں گے۔ چنانچہ جب مولوی صاحب

دربار میں آئے تو بادشاہ نے کہا کیوں مولوی صاحب! سنا ہے کہ آپ کے نبی کی بیوی عائشہؓ ایک سفر میں پیچھے رہ گئی تھیں۔ وہ کیا واقعہ ہے؟ ذرا بیان تو کریں۔ مولوی صاحب کے اندر اسلامی غیرت باقی تھی۔ انہوں نے کہا واقعہ تو کچھ نہیں۔ دنیا میں دو بڑی عورتیں گزری ہیں۔ ایک تو ہمارے نبی کی بیوی حضرت عائشہؓ تھیں اور دوسری آپ کے نبی کی ماں حضرت مریم۔ اِن دونوں پر خبیث لوگوں نے الزامات لگائے لیکن ہمارے نبی کی بیوی جو کہ خاوند والی تھی اسے باوجود خاوند والی ہونے کے بچہ نہ ہوا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی عزت کی حفاظت کی لیکن دوسری جو آپ کے نبی کی ماں تھی اسے بغیر خاوند کے بچہ ہو گیا۔ بس اتنا ہی واقعہ ہے اَور تو کچھ نہیں۔ اس جواب کے سنتے ہی مجلس پر سناٹا چھا گیا اور آگے سے کوئی بات نہ کر سکا کیونکہ بات تو خود انہوں نے شروع کی تھی مولوی صاحب نے تو جواب ہی دیا تھا۔ پس اگر آج بھی مسلمانوں میں غیرت ہوتی تو وہ ہر اعتراض کا جواب دیتے جو دوسرے مذاہب کے لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے ہیں۔ لیکن ان اعتراضوں کا خود جواب دینا تو الگ رہا، جو لوگ ان اعتراضات کا جواب دیتے ہیں ان کے خلاف بھی یہ مسلمان کفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ عیسائیوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات پر حیا سوز حملے کئے اور ایسے ایسے اعتراض کئے کہ جس کو پڑھ کر ایک سچے مسلمان کا خون کھولنے لگتا ہے لیکن جب انہی اعتراضات کے جوابات حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیئے تو مسلمانوں کے علماء نے شور مچا دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک ہو گئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کفر کے فتوے لگائے۔ لیکن ہم آج بھی بآوازِ بلند کہتے ہیں اگر کوئی عیسائی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی نازیبا کلمہ استعمال کرے گا تو ہم ایک مسیح چھوڑ دس ہزار مسیح کی ہتک کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔ جو شخص پہلے حملہ کرتا ہے یہ اس کا فرض ہے کہ وہ حملہ کرنے سے باز رہے۔ دیکھو اس مولوی پر حضرت عائشہؓ کے متعلق اعتراض کیا گیا تو اس نے حضرت مریم کی عزت کی پروا نہیں کی اور اس نے اس بات کی بھی پروا نہیں کی کہ وہ عیسائی بادشاہ کے دربار میں بیٹھا ہے اور فوراً اسی طرح الزامی رنگ میں جواب دے دیا۔ اس زمانہ میں بھی عیسائی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت نازیبا حملے کرتے ہیں اور اس کا نام عیسائی صاحبان تبلیغ رکھتے ہیں۔ جب ہماری طرف سے بھی اسی طرح کا جواب حضرت مسیح موعودؑ

نے دیا تو خود مسلمانوں نے عیسائیوں کے ساتھ مل کر شور مچا دیا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کرتے ہیں۔ بھلا تم کون ہو جو یہ شور مچاتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک ہو گئی کیونکہ رسول کریم ﷺ خود فرماتے ہیں۔ لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی حَیَّیْنِ لَمَا وَسِعَھُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیْ3 کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ میرے زمانہ میں زندہ ہوتے تو وہ میرے نوکروں میں ہوتے۔ پس حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں میں سے ہر ایک کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ان میں سے جب بھی کوئی رسول کریم ﷺ کی عزت پر حملہ کرے گا تو ہم سو دفعہ ان کے موسیٰ و عیسیٰ کی عزت پر حملہ کریں گے۔ ہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہودی جس موسیٰؑ کو پیش کرتے ہیں وہ قرآن کریم کا موسیٰ نہیں۔ کیونکہ اس نے تو خود رسول کریم ﷺ کے آنے کی پیشگوئیاں کیں اور اپنے متبعین کو آپ پر ایمان لانے کی تاکید کی۔ اسی طرح عیسائیوں کے عیسیٰ علیہ السلام وہ عیسیٰ نہیں جنہیں قرآن کریم نے پیش کیا کیونکہ انہوں نے خود رسول کریم ﷺ کے آنے کی پیشگوئیاں کیں اور اپنے متبعین کو ماننے کی تاکید فرمائی۔ پس اگر کوئی موسیٰؑ یا عیسیٰ رسول کریم ﷺ کے خلاف کوئی بات اپنے پیروکاروں کو بتاتا ہے تو وہ عیسیٰ یا موسیٰ قرآن کریم کا عیسیٰ یا موسیٰ نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن کریم کے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں یا یہودیوں کے حملوں میں شامل نہیں ہو سکتے۔ پس ہمارا جوابی حملہ یہودیوں کے موسیٰ اور عیسائیوں کے عیسیٰ کے خلاف ہو گا نہ کہ قرآنی موسیٰ اور عیسیٰ کے خلاف۔

بہر حال مسلمانوں کی حالت پر رونا آتا ہے کہ ان کو اپنے رسول کی عزت کا پاس نہیں رہا۔ اگر ان کو پاس ہوتا تو وہ ان اعتراضوں اور ان حملوں کا جواب دیتے جو غیر مذاہب کی طرف سے اسلام پر کئے جاتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کو غیرت آتی ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ یہ کرتا ہے کہ جس نے وہ اعتراض کئے ہوں اسے مار ڈالتا ہے حالانکہ اس کے مارے جانے سے اس کی قوم میں زیادہ جوش پیدا ہوتا ہے اور وہ پہلے سے زیادہ سخت حملے کرتی ہے۔ اصل طریق یہ ہے کہ اعتراضوں کا جواب دلائل اور براہین سے دیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے جو روشن تعلیم اور روشن نشانات اسلام کو عطا کئے ہیں وہ ایسے لوگوں کے سامنے پیش کئے جائیں جن سے ان کے منہ بند ہو جائیں۔ بجائے مارنے کے ان کو تبلیغ کی جائے۔ ان کے بیوی بچوں کو تبلیغ کی جائے اور

ان کے بیوی بچوں کو مسلمان بنایا جائے۔ اگر ہم اعتراضات کرنے والوں کو قتل کرنے کی بجائے ہر سال دس ہزار ہندو یا عیسائی مسلمان بنالیں تو تم دیکھو گے کہ ان قوموں کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ جائے گی اور ان کے اندر ایک ایسی جلن پیدا ہو گی جو ان کو کبھی چین نہ لینے دے گی۔ مارے جانے سے تو قوم سمجھ لیتی ہے کہ ان لوگوں کا خاتمہ ہو گیا لیکن جو افراد زندہ ہی اپنی قوم میں سے نکل کر دوسری قوم میں جا ملیں تو وہ اپنی قوم کی مخالفت کرتے ہیں اور اپنی قوم کو کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ اپنی قوم کے لئے اکثر اوقات ہدایت کا موجب بن جاتے ہیں اور دوسرے حصہ کا دل جلانے کا موجب ہوتے ہیں۔ یہی طریق ہے جو مسلمانوں کو ایک عظیم الشان کامیابی کی طرف لے جا سکتا ہے۔ تعجب ہے آجکل جو سٹرائک ہے اس سے ہر مسلمان کے گھر میں ایک بے چینی پائی جاتی ہے لیکن دو سو سال سے اس سے بڑی سٹرائک جاری ہے اُس کا مسلمانوں کو کوئی فکر نہیں۔ اگر ان کو فکر ہوتا تو وہ دوسری اقوام اور دوسرے مذاہب کے مقابل پر نکلتے۔ تبلیغِ اسلام کے لئے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ جاتے لیکن بجائے اس کے دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں کھڑے ہوں۔ اسلام کی طرف سے مقابلہ پر کھڑے ہونے والوں کے رستے میں روک بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ حالت بہت افسوسناک ہے۔ اگر وہ ہمیں مدد نہیں دے سکتے تو نقصان پہنچانے سے تو پرہیز کریں اور ہمیں دشمنانِ اسلام سے نبرد آزما ہونے دیں۔ لیکن مسلمانوں کی مخالفت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسرے مذاہب والے بھی تبلیغ سے ہمیں روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ مجھے آج ہی ایک خط قادیان سے موصول ہوا ہے۔ ہم اپنے ایک مبلغ کے لئے سوڈان کا پاسپورٹ تیار کروا رہے تھے۔ لیکن سوڈان کے حاکم نے اِس وجہ سے پاسپورٹ دینے سے انکار کر دیا ہے کہ آپ کے یہاں آنے سے مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہوتے ہیں۔ لہٰذا آپ کو یہاں آنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول کریم صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو گالیاں دینے والے مشنریوں کے وہاں آنے سے تو مسلمانوں کے جذبات مشتعل نہیں ہوتے لیکن رسول کریم صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی خوبیوں اور آپ کی تعلیم کو پھیلانے والے مبلغوں سے ملک کے مسلمانوں میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ لیکن یہ تمام حالات اِس سے پیدا ہوئے ہیں اور پیدا ہو رہے ہیں کہ عیسائی اور یہودی مسلمانوں کی

کمزوریوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی غیرت ہی مر گئی ہے۔ ورنہ ایک مسلمان جس میں غیرت باقی ہو وہ ان حالات کو دیکھ کر یقیناً پاگل ہونے کے قریب ہو جاتا ہے۔ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے سچی محبت رکھنے والے مسلمانوں کا مقابلہ ناممکن ہے۔ چالیس کروڑ تو بہت بڑی تعداد ہے مَیں کہتا ہوں کہ آپ سے سچی محبت رکھنے والے اگر صرف چار کروڑ ہی مسلمان ہوں تب بھی دنیا کی کوئی طاقت ان کو مٹا نہیں سکتی۔ چار کروڑ انسان کو مارنا کوئی معمولی بات نہیں۔ انسان کا دل کانپ جاتا ہے۔ یہودی صرف دو کروڑ ہیں اور دینی لحاظ سے انہیں مسلمانوں جیسی اہمیت بھی حاصل نہیں لیکن تمام یورپ کے لوگ ان کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے گھر میں سے ہی ان کے لئے جگہیں نکال رہے ہیں۔ حالانکہ تمام دنیا کے مسلمان اس بات کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کو ان کے گھر میں آرام سے رہنے دیا جائے اور انہیں یہود کے رحم پر نہ چھوڑا جائے۔ لیکن مسلمانوں کی اس بات کو جس قدر وقعت دی گئی ہے وہ سب پر عیاں ہے۔

ہندوستان میں بھی مسلمانوں سے جو سلوک کیا جا رہا ہے وہ اس بات پر شاہد ہے کہ آج مسلمان ہر لحاظ سے مغلوب ہو چکے ہیں اور وہ دوسروں کے نرغہ میں گھرے ہوئے ہیں۔ پنڈت جواہر لال صاحب نہرو نے مسلم لیگ کے خلاف متواتر اپنے بیان میں ہندوؤں کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ گھبراتے کس بات سے ہو۔ آئین ساز اسمبلی میں اکثریت ہماری ہو گی، جو قانون چاہیں گے بنائیں گے۔ ہم بندوقوں اور رائفلوں سے کیونکر ڈر سکتے ہیں (یعنی ہم تو ایٹم بم کی طاقت رکھتے ہیں) اب مسٹر جناح نے جب اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے گو کسی حد تک انہوں نے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جو نہیں چاہئیں تھے۔ لیکن اگر حقیقت کو دیکھا جائے تو جو بات انہوں نے کہی ہے سچی ہے۔ لیکن انگلستان کے اخباروں میں شور مچ گیا ہے اور ساری انگریز قوم چیخ اُٹھی ہے کہ مشن کے ممبروں کی ہتک کی گئی ہے اور حکومتِ برطانیہ کی توہین کی گئی ہے۔ گویا مسلمانوں سے جو سلوک کیا جائے، ان کے حقوق جس طرح چاہیں پامال کئے جائیں ان کی پروا نہیں لیکن اگر مسلمان اپنے دکھ کا اظہار کریں تو ایک شور مچ جاتا ہے کہ بس حد ہو گئی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ مسلمان اُس طاقت کے مالک نہیں سمجھے جاتے جس کے مالک

ہندو ہیں۔ کانگرس جو چاہے مشن کے حق میں اور حکومتِ برطانیہ کے حق میں کہے۔ وہ سب بجا ہے لیکن مسلم لیگ اگر اپنے حقوق کا مطالبہ کرے تو اس کے الفاظ ہر ایک کو چبھتے ہیں اور شور برپا ہو جاتا ہے کہ اب تو حد ہو گئی۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ مسلمانوں کو وہ طاقت حاصل نہیں جو کانگرس کو حاصل ہے۔ یہ حالت ایسی ہی ہے جیسے کہتے ہیں کہ ایک بھیڑیا کسی نالے پر اوپر کی طرف پانی پی رہا تھا۔ اِسی اثناء میں ایک بکری کا بچہ بھی آ گیا اور اس بھیڑیے سے نچلی طرف پانی پینے لگا۔ بکری کے بچے کو دیکھ کر بھیڑیے کی نیت خراب ہو گئی اور اس نے ارادہ کیا، ہو نہ ہو کوئی بہانہ تلاش کر کے اس بکری کے بچے کو کھا جاؤں۔ چنانچہ وہ بھیڑیا اس بکری کے بچے سے مخاطب ہوا اور کہا نالائق! تمہیں اتنی بھی خبر نہیں کہ مَیں پانی پی رہا ہوں۔ تم نے آکر نالے کے پانی کو گدلا کر دیا۔ بکری کے بچے نے کہا۔ جناب! آپ اوپر کی طرف پانی پی رہے ہیں اور مَیں نچلی طرف پانی پی رہا ہوں، آپ کی طرف سے پانی میری طرف آ رہا ہے نہ کہ میری طرف سے پانی آپ کی طرف جا رہا ہے۔ یہ جواب سن کر بھیڑیے نے ایک تھپڑ مار کر کہا۔ نالائق! آگے سے جواب دیتے ہو، ہمارے ساتھ گستاخی سے پیش آتے ہو۔ یہ کہہ کر اُس پر جھپٹا اور تِکّہ بوٹی کر دیا۔ یہی حال مسلمانوں سے دوسری قوموں کا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر کمزور آدمی معقول بات نہ کرے تو وہ مجرم اور اگر معقول بات کرے تو گستاخ بن جاتا ہے۔ مسلمانوں کی یہ حالت اس لئے ہوئی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو چھوڑ دیا ہے اور اس وجہ سے ان کے اندر تشتُّت اور پراگندگی پیدا ہو گئی ہے۔ مسلمانوں میں سے کوئی مغل ہے، کوئی سید ہے، کوئی پٹھان ہے اور کوئی راجپوت ہے۔ یہ مختلف اقوام اور مختلف نسلیں ایک رشتہ کی وجہ سے متحد تھیں اور ان کو جوڑنے والی اور ان میں وحدت پیدا کرنے والی چیز خدا اور اس کے رسول کی محبت تھی۔ جب وہ دلوں سے نکل گئی تو مسلمانوں کا شیرازہ بھی بکھر گیا۔ جس طرح ایک کتاب کی جب جِلد بندی ہو تو اس کے تمام اَوراق مجتمع اور محفوظ رہتے ہیں لیکن جب اس کی جِلد توڑ دی جائے تو اس کا ہر ورق دوسرے ورق سے جدا ہو جاتا ہے۔ پس جب سے مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کی کتاب کو چھوڑا ہے اُسی دن سے ان کا شیرازہ پراگندہ ہو گیا ہے اور اسی دن سے وہ مغلوب ہو گئے ہیں۔ پس ان باتوں سے اور

ان حالات سے اگر کوئی سبق حاصل کرنا چاہے تو اس کے لئے عمدہ موقع ہے۔ آج مسلمان نہایت ادنیٰ اور حقیر باتوں کو حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر ہمیں یہ حاصل ہو جائیں تو ہمارے درد کا علاج ہو جائے گا اور جب انہیں ان امور کی طرف سے مایوسی ہوتی ہے تو ان کی جان نکلنے لگتی ہے۔ حالانکہ وہ باتیں حقیقت میں بہت چھوٹی ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ؎

نقصاں جو ایک پیسہ کا دیکھیں تو مرتے ہیں **4**

وہ چیزیں جو مسلمانوں کو حاصل کرنی چاہئیں وہ اتنی بڑی ہیں کہ یہ چیزیں جن کے حصول کی وہ کوشش کر رہے ہیں روپیہ کے مقابلہ میں ایک پیسہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتیں۔ دنیا سے اللہ تعالیٰ کی عزت اور اللہ تعالیٰ کے نام کو مٹا دیا گیا۔ مسلمانوں کو اس کا فکر لاحق نہیں ہوا۔ دنیا سے رسول کریم ﷺ کی عزت کو مٹا دیا گیا اور آپ پر سخت سے سخت حملے کئے گئے۔ مسلمانوں کو فکر لاحق نہیں ہوا۔ دنیا نے قرآن کریم کی عزت کو مٹانے کی کوشش کی۔ مسلمانوں کو فکر لاحق نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ ان کو فکر لاحق نہیں ہوا۔ لوگوں نے نمازیں چھوڑ دیں، مساجد ویران ہو گئیں۔ ان کو کوئی فکر لاحق نہیں ہوا۔ قرآن کریم ہاتھ سے جاتا رہا، دنیا نے اس پر عمل کرنا ترک کر دیا اور عدالتوں میں جا کر عَلَی الْاِعْلَان کہہ دیا کہ ہم قرآن کریم کے مطابق فیصلہ نہیں چاہتے بلکہ اپنے رسم و رواج کے مطابق فیصلہ چاہتے ہیں۔ اس سے زیادہ خطرناک زمانہ مسلمانوں پر اور کونسا آسکتا ہے۔ لیکن مسلمان ٹس سے مَس نہ ہوئے۔ لیکن جب بعض سیاسی حقوق کا سوال آیا تو مسلمان بپھرے کہ ہم ہر قسم کی قربانی کر کے دنیا کو بتا دیں گے کہ ہم زندہ قوم ہیں اور ہمارے جذبات سے کھیلنا آسان کام نہیں۔ لیکن مَیں کہتا ہوں اس وقت تم لوگ کہاں تھے جس وقت عیسائیوں نے تم سے قرآن کریم چھین لیا۔ شریعت اور اسلامی تعلیم سے تم کو ناواقف بنا دیا۔ رسول کریم ﷺ کی ذات پر عیسائیوں نے ناپاک حملے کئے اور تم میں سے لاکھوں کو عیسائی بنا کر گمراہ کر دیا۔ ان سب حالات میں تم کو غصہ نہ آیا۔ ہاں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کے خلاف قلم اٹھایا اور ان کے اعتراضوں اور ناپاک حملوں کے جواب دینے شروع کئے تو تمہیں سن کر غصہ آگیا اور تم نے

ایک شور برپا کر دیا کہ مسیح علیہ السلام کی ہتک ہو گئی۔ جن لوگوں نے قرآن کریم کی عزت کو برقرار رکھنے کے لئے اور رسول کرم ﷺ کی عزت کو برقرار رکھنے کے لئے کوئی قربانی نہیں کی ان سے کیا امید ہو سکتی ہے کہ وہ چند سیاسی حقوق کے لئے ہر قسم کی قربانیاں پیش کر دیں گے۔ کیا سیاست اللہ تعالیٰ سے بڑی ہے؟ کیا سیاست محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑی ہے؟ کیا سیاست قرآن کریم سے زیادہ عظمت رکھتی ہے کہ اس کے لئے مسلمان کسی قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کریں گے؟ یہ اصولی بات ہے کہ جو شخص کسی بڑی چیز کے لئے قربانی نہیں کر سکتا اُس سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ چھوٹی چیز کے لئے قربانی کرے گا۔ مسلمانوں کے لئے قربانی کا اصل محرک اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی محبت ہے۔ جب تک یہ پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک قربانی کا جذبہ ایک وقتی جوش ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت قلوب میں پیدا ہو جائے تو پھر ہزاروں یا لاکھوں یا کروڑوں کا سوال ہی نہیں رہتا۔ دس بیس انسانوں سے بھی لوگ ڈرتے ہیں اور ان کا رستہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر ایک چھوٹا بچہ اکیلا بازار میں سے گزر رہا ہو تو اسے ہر ایک کمزور سے کمزور آدمی تھپڑ مار سکتا ہے لیکن جب اس بچے کے ساتھ اس کا پہلوان باپ ہو تو پھر کسی کی جرأت نہیں ہوتی کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے۔ پھر کیا حال ہو گا اس انسان کا جس کے ساتھ خدا تعالیٰ ہو۔ دنیا اپنا انتہائی زور صرف کرتی ہے کہ کسی طرح وہ انسان دنیا سے نیست و نابود ہو جائے لیکن بجائے اس کے کہ وہ اکیلا انسان نیست و نابود ہو وہ ہزاروں بلکہ لاکھوں اس کے مقابلہ میں آنے کی وجہ سے نیست و نابود کر دیئے جاتے ہیں اور نہایت حسرت کی موت مرتے ہیں۔ دنیوی حکومتوں کو ہی دیکھ لو کہ کسی شخص کو یہ جرأت نہیں ہوتی کہ وہ کسی امریکن سپاہی کو چھیڑ سکے یا کسی روسی سپاہی کو چھیڑ سکے کیونکہ لوگ جانتے ہیں کہ امریکن سپاہی کی پُشت پر امریکہ کی حکومت ہے اس لئے اس کو چھیڑنا حکومتِ امریکہ کو دشمن بنانا ہے۔ اسی طرح روسی سپاہی کے متعلق لوگ جانتے ہیں کہ اس کی پُشت پر روسی حکومت ہے اور اسے چھیڑنا روسی حکومت کو دشمن بنانا ہے۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو اسے کوئی شخص نقصان پہنچا سکے؟

پس کامیابی کی اصل جڑ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی عزت کو دنیا میں قائم کیا جائے اور ان کی محبت کو دلوں میں قائم کیا جائے تا اللہ کی مدد اور اس کے رسول کی دعائیں ہمارے ساتھ ہوں۔ لیکن افسوس ہے کہ جو شخص اس کام کو کرنے کے لئے کھڑا ہوا اُس سے ان لوگوں نے یہ سلوک کیا ہے کہ بجائے مدد دینے کے اس کے رستے میں روڑے اٹکاتے رہے ہیں اور بجائے اس کے کام کو سراہنے کے اسے گالیاں دیتے رہے۔ اور اس بات کو نہیں دیکھا کہ اس شخص نے آکر قرآن کریم اور حدیث کو دوبارہ دنیا میں قائم کیا ہے اور اسلام کو ایسے مقام پر کھڑا کیا ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب اس کے مقابلہ پر نہیں ٹھہر سکتا۔ اور اس نے ایک ایسا میدانِ جنگ تیار کیا ہے کہ عیسائیت اور یہودیت اور دوسرے مذاہب اس میدان سے بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دشمن تلوار سے حملہ کرتا تھا اِس لئے تلوار سے جواب دیا گیا۔ آج دشمن قلم سے حملہ کرتا ہے اس لئے قلم سے ہی جواب دیا گیا ہے۔ بہر حال جہاد خواہ کسی رنگ کا ہو اس میں قربانی کی ضرورت ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت اس جہاد کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کر رہی ہے۔ لیکن کیا وہ لوگ مومن ہو سکتے ہیں جو جہاد کے وقت اپنے دنیوی کاموں میں مشغول رہیں یا جو لوگ جہاد کے وقت اپنے حجرے بند کر کے تسبیحیں پھیرنی شروع کر دیں؟ مومن تو موقع اور ضرورت کے مطابق عمل بجالاتا ہے۔ اگر ان تسبیحیں پھیرنے والوں کے دلوں میں خدا اور رسول کی محبت ہوتی تو یہ مقابلے کے لئے اپنے گھروں سے نکلتے اور وہاں پہنچتے جہاں خدا اور رسول پر حملے کئے جاتے ہیں۔ اپنے گھروں میں نہ بیٹھ رہتے۔ لیکن ان لوگوں کے نزدیک سب سے بڑی قربانی یہی ہے کہ گھر میں بیٹھے تسبیحیں پھیرتے رہیں حالانکہ خدا اور اس کے رسول پر باہر حملے کئے جا رہے ہیں لیکن ان کو تسبیح پھیرنے سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ اگر ان کے لڑکے کی چھت پر سے گرنے کی خبر آجائے پھر ہم دیکھیں کس طرح بیٹھے تسبیح پھیرتے ہیں۔ سچا عاشق تو وہ ہوتا ہے جو اپنے معشوق کی عزت کے لئے جان تک دے دیتا ہے اور جہاں اس کے معشوق پر حملہ ہوتا ہے وہ وہاں پہنچتا ہے۔ لیکن یہ لوگ دعویٰ تو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول سے سچے عشق کا کرتے ہیں لیکن گھروں سے باہر قدم نہیں رکھتے اور کوئی ایسی کوشش نہیں کرتے جس سے اسلام دوسرے اَدیان پر غالب

آئے۔ اور مسلمان دوسری اقوام پر فوقیت لے جائیں۔

اسلامی تاریخ میں ایک صحابیؓ کے متعلق یہ واقعہ آتا ہے کہ وہ ایک جنگ میں قید ہوگئے۔ قید کرنے والوں نے یعنی مکہ والوں نے ان کو خرید لیا۔ کیونکہ ان کا ایک آدمی جنگ میں کام آیا تھا اور انہوں نے قسم کھائی تھی کہ ہم اس کا بدلہ ضرور لیں گے۔ جب وہ مکہ پہنچے تو لوگ ان سے ہنسی مذاق کرنے لگے۔ انہوں نے اس صحابیؓ سے کہا کہ کل تو تم مار دیئے جاؤ گے۔ کیا تمہارا دل نہیں چاہتا کہ تم مدینہ میں آرام سے اپنے بیوی بچوں میں بیٹھے ہوتے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری جگہ یہاں قید ہوتے؟ اس صحابیؓ نے ان کو جواب دیا۔ تم تو کہتے ہو کہ مَیں مدینہ میں آرام سے اپنے بیوی بچوں میں بیٹھا ہوا ہوتا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جگہ یہاں قید ہوتے۔ بے وقوفو! مَیں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ مَیں مدینہ میں اپنے بیوی بچوں میں بیٹھا ہوتا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی کسی گلی میں کانٹا چبھ جاتا۔5 یہ ہے اصل ایمان اور یہ ہے اصل محبت جو سچے عاشق کو اپنے معشوق سے ہوتی ہے۔ یہ بھی کوئی ایمان ہے کہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے چلے جائیں اور آپ پر ناپاک حملے کرتے چلے جائیں۔ لوگ اسلام سے مرتد ہوتے چلے جائیں۔ اسلام دن بدن کمزور ہوتا چلا جائے لیکن مسلمانوں کو یا تو اپنی ملازمتوں اور تجارتوں کا فکر ہو اور یا پھر اپنے حجرے اور اپنی تسبیح سے ہی کام ہو۔ یہ تسبیحیں یقیناً بے ایمانی کی تسبیحیں ہیں اور یہ سجدے یقیناً ریاکاری کے سجدے ہیں۔ ایسے لوگوں کے سجدے ان کے منہ پر مارے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ لوگ مجھ پر اور میرے رسولؐ پر حملے کرتے تھے اور تم حجروں میں آرام سے تسبیحیں پھیرتے رہے۔ جب جہاد کا موقع ہوتا ہے تو نماز باوجود ایک بڑے عظیم الشان رُکن کے پیچھے کر دی جاتی ہے اور کم کر دی جاتی ہے۔ فرض نمازوں کا وقت پیچھے کر دیا جانا بتاتا ہے کہ جس وقت جہاد ہو رہا ہو اس وقت جہاد کو ہی اہمیت حاصل ہے۔ جہاد کے وقت اگر کوئی شخص مصلّٰی بچھا کر نماز شروع کر دے تو اسے تمام مسلمان یا تو پاگل یا منافق خیال کریں گے۔

اِس وقت بھی اسلام پر چاروں طرف سے حملے کئے جا رہے ہیں گو یہ تلوار کے حملے نہیں ہیں بلکہ قلم کے حملے ہیں۔ لیکن ہمارا فرض ہے کہ جس رنگ میں دشمن اسلام پر حملہ

کرے اسی رنگ میں اس کا جواب دیں۔ اس وقت مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں اور اپنے اموال وقف کریں اور ان کو ایسے رنگ میں صَرف کریں جن سے اسلام کی عظمت اور شوکت بڑھے اور مسلمانوں کی طاقت مضبوط ہوتی چلی جائے۔ اور جس جگہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر حملہ کیا جاتا ہو۔ وہاں پہنچیں اور اس کا مقابلہ کریں۔ یہ بے شک درست ہے کہ تمام کے تمام لوگ باہر نہیں نکل سکتے اور تمام کے تمام لوگ میدان جنگ میں نہیں جاسکتے لیکن جو لوگ پیچھے رہ جاتے ہیں ان میں سے بعض ہسپتالوں میں کام کرتے ہیں، بعض اپنی فوج کے لئے اشیاء خوردنی کا انتظام کر سکتے ہیں۔ بعض اپنی فوج کے لئے گولہ بارود مہیا کر سکتے ہیں۔ ایسے کام کرنے والے بھی درحقیقت جنگ میں شامل ہی ہوتے ہیں۔ اِسی طرح مسلمانوں کا فرض ہے کہ جو لوگ خدمتِ اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں اور اپنے اموال وقف کرتے ہیں ان کی امداد کریں اور ان کے رستہ میں روک نہ بنیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ احمدیت اور اسلام کو دنیا میں قائم کر کے چھوڑے گا اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے سامان پیدا کر رہا ہے لیکن ثواب کے مستحق وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس ارادہ کو پورا کرنے میں اپنی قربانیاں پیش کریں گے اور کوشش کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ پورا ہو اور وہ لوگ جو اپنے مصلّوں پر بیٹھ کر تسبیحیں پھیرتے رہیں گے اور اس کے غلبہ کے لئے کوشش نہیں کریں گے وہ اپنی بدقسمتی پر آپ مُہر کرنے والے ہوں گے۔ پس وہ لوگ جو کہ اسلام کے غلبہ کا حل صرف سیاسی باتوں میں تلاش کرتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں اور وہ لوگ جو مصلّوں پر بیٹھ کر درود و وظائف کرتے رہتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں۔

اسلام صرف اس طرح دنیا میں غالب آ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت کو دلوں میں قائم کیا جائے اور اس کے رسولؐ کی محبت کو دلوں میں قائم کیا جائے اور شریعتِ اسلام کے قیام کے لئے انتہائی کوشش کی جائے۔ اور تمام وہ جگہیں جہاں سے اسلام کے خلاف زہر اُگلا جاتا ہے وہاں اسلام کا تریاق تقسیم کرنے والے بھیجے جائیں جو ان لوگوں کو اسلام کی حقیقت سے آگاہ کریں اور اسلام کی خوبیاں ان کے سامنے بیان کریں۔ اور ہر انسان کی یہ کوشش ہو کہ میرا وجود اسلام کے لئے مفید ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرنے میں کسی کا محتاج نہیں

کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی توان بندوں کو پیدا کرتا ہے جو اس کے دین کی خدمت کرتے ہیں اور اس کے نام کو دنیا میں پھیلاتے ہیں نہ کہ ان کی کوشش سے خدا تعالیٰ پیدا ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ خود ہی اپنے دین کو قائم کر سکتا ہے لیکن یہ اس کا احسان ہے کہ وہ اپنے بندوں کو توفیق دیتا ہے کہ وہ اس کے دین کی خدمت کر کے ثواب حاصل کر لیں۔"

(الفضل 14/ اگست 1946ء)

1: سیرت ابن ہشام جلد 1 صفحہ 344 مطبوعہ مصر 1936ء

2: طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 50 مطبوعہ بیروت 1985ء

3: الیواقیت والجواہر جلد 2 صفحہ 22 مطبوعہ مصر 1351ھ

4: درثمین اردو صفحہ 11

5: اسد الغابة جلد 2 صفحہ 230 مطبوعہ بیروت 1965ء